علم مختلف الحدیث-تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر ظل ہما*

There are many kinds of Uloom e Hadith. Imam Neshapori has discussed fifty two ulooms in his book "Maarifat Uloom ul Hadith" and the number of ulooms described by Ibn Us Salah, Imam Novvi and Ibn e Mulaqan is sixty five in their books Muqadama Ibn us Salh", "Al Taqreeb fan e usool ul hadith" and "Al Muqnia fi Uloom ul Hadith" respectively. Similarly Allama Siyuti has mentioned ninety three uloom in his book "Tadreeb ul Ravi".In his respect Allama Siyuti writes:اعلم أن انواع علوم الحدیث کثیرة لا تعد"There are numerous kinds of Uloom e Hadith that cannot be counted. Allama Hazmi Describes his viewpoint in such a way;علم الحدیث یشمل علی' انواع کثیرة تبلغ مائة، کل نوع منها علم مستقل، لو انفق الطالب فیه عمره ما أدرك نهایته" There are so many types of Uloom e Hadith that reach up to hundred. Every type is complete in itself. A student can never reach its extreme even after consuming his whole life in its study.

One of the most important type of Uloom e Hadith is'Ilm e Mukhtalif ul Hadith', Which is being introduced in this article.

علوم حدیث کی اقسام وانواع بہت زیادہ ہیں۔ متقدمین میں سے حاکم نیشاپوریؒ نے ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں باون، ابن الصلاحؒ نے ''مقدمہ ابن الصلاح''، امام نوویؒ نے ''التقریب فن اصول الحدیث'' اورابن ملقنؒ نے ''المقنع فی علوم الحدیث'' میں پینسٹھ اور سیوطیؒ نے ترانوے علوم ذکر کیے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ سے ان کی بابت منقول ہے۔

"اعلم أن انواع علوم الحدیث کثیرة لا تعد". (۱)

''یعنی علوم حدیث کی انواع بے شمار ہیں، انہیں گنا نہیں جاسکتا''۔

حازمی اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

"علـم الحدیث یشمل علی انواع کثیرة تبلغ مائة، کل نوع منها علم مستقل، لو انفق الطالب فیه عمره ما أدرك نهایته". (۲)

ان انواع میں سے ایک اہم نوع علم مختلف الحدیث ہے۔ اس علم کا تعلق متن سے ہے۔ اس میں صرف ان احادیث کوزیر بحث لایا جاتا ہے جو درجہ کے اعتبار سے مقبول ہوں اور جن میں تضاد اور تناقض کا پایا جانا صرف ظاہراً ہو چنانچہ احادیث کے اس ظاہری تعارض کو رفع کرنے کے لیے اس علم کے مختلف اصول وقواعد کو بروئے کار لاتے ہوئے باہم جمع وتطبیق سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ناسخ ومنسوخ یا وجوہات

---

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی جھنگ کیمپس، جھنگ۔

ترجیح کے ذریعے ان کا مفہوم متعین کیا جاتا ہے۔اصولِ حدیث کی کتابوں میں اس علم کے لیے کچھ دوسرے نام بھی ملتے ہیں مثلاً تلفیق الحدیث (۳)، اختلاف الحدیث (۴)، تاویل مختلف الحدیث (۵)، تاویل مشکل الحدیث (۶)، مناقضۃ الاحادیث وبیان محامل صحیحہا (۷)، مشکل الحدیث (۸)، اور تاویل الحدیث (۹)۔

لغوی مفہوم

لغت میں ''مختلف'' اختلاف اور التخالف سے ماخوذ ہے جو اتفاق کی ضد ہیں۔

فیروز آبادی لکھتے ہیں:

"واختلف: ضد اتفق". (۱۰)

ابن منظور لکھتے ہیں:

"تخالف الأمران، واختلفا: لم يتفقا، وكل ما لم يتساوا، فقد تخالف واختلف". (۱۱)

''دو معاملے آپس میں ایک دوسرے کے ناموافق ہو گئے اور مختلف ہو گئے یعنی متفق نہ ہو سکے، اسی طرح ہر وہ چیز جو برابر نہ ہو، تو وہ مختلف ہوتی ہے۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں اس علم سے مراد وہ ایسی مقبول احادیث ہیں جو بظاہر باہم متعارض ہوں لیکن ان میں تطبیق ممکن ہو چنانچہ ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں:

"أن يمكن الجمع بين الحديثين ولا يتعذر ابداء وجه ينفي تنافيهما' فيتعين حينئذ المصير الى ذلك والقول بهما معاً". (۱۲)

'' کہ دو حدیثوں کے مابین جمع (یعنی تطبیق) ممکن ہو اور کسی ایسی وجہ کا ظاہر ہونا مشکل نہ ہو جو دونوں حدیثوں کی باہمی مخالفت کی نفی کر دے، تو ایسی صورت میں تطبیق دینا طے شدہ اَمر ہے اور فتوی ان دونوں پر مبنی ہوگا''۔

امام نوویؒ اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"أن ياتي حديثان متضادان في المعنىٰ ظاهراً، فيوفق بينهما او يرجح احدهما". (۱۳)

''ظاہری معنی کے اعتبار سے دو متعارض حدیثیں آ جاتی ہیں تو پھر ان دونوں کے درمیان تطبیق دی جاتی ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے''۔

طیبیؒ، ابن ملقنؒ، محمد بن محمد علی الفارسیؒ اور محمد بن علوی المالکی الحسنیؒ نے بھی اس علم کی یہی تعریف کی ہے جبکہ قاضی محمد بن محمد شہبہؒ نے اس میں تھوڑا سا اضافہ بھی کیا ہے۔(۱۴)

ابن حجرؒ اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فان امکن الجمع فهو مختلف الحديث". (۱۵)

''پس اگر (دو حدیثوں کا) جمع کرنا ممکن ہو تو وہ مختلف الحدیث ہے''۔

نواب صدیق حسن قنوجیؒ اس کی تعریف اور ایسی احادیث میں تطبیق کی وضاحت کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

"هو علم يبحث فيه عن التوفيق بين الاحاديث المتنافية ظاهراً، اما بتخصص العام تارة أو بتقييد المطلق أخرى، أو بالحمل على تعدد الحادثة الى غير ذلك من وجوه التاويل". (۱۶)

''یہ ایک ایسا علم ہے جس میں ظاہراً ایک دوسرے کے مخالف احادیث کے مابین تطبیق دینے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کبھی عام کو خاص یا کبھی مطلق کو مقید کے ساتھ تطبیق دی جاتی ہے یا بسا اوقات کسی واقعہ کو کئی مرتبہ وقوع پذیر ہونے پر محمول کیا جاتا ہے یا پھر تاویل کی دیگر وجوہات میں سے کسی وجہ کے ذریعے تطبیق دی جاتی ہے''۔

عجاج الخطیبؒ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"هو العلم الذى يبحث فى الأحاديث التى ظاهرها متعارض، فيزيل تعارضها أو يوفق بينها، كما يبحث فى الاحاديث التى يشكل فهمها أو تصورها، فيدفع اشكالها ويوضح حقيقتها". (۱۷)

''یہ وہ علم ہے جس میں بظاہر متعارض احادیث کے بارے میں بحث کی جاتی ہے، پس ان کے تعارض کو دور کیا جاتا ہے یا ان کے درمیان مطابقت پیدا کی جاتی ہے، علاوہ ازیں ان احادیث کے متعلق بحث کی جاتی ہے جن کا فہم وتصور مشکل ہوتا ہے پس یہ علم ان کے اشکال کو دور اور ان کی حقیقت واضح کرتا ہے''۔

عصرِ حاضر میں علوم الحدیث پر لکھنے والے معروف ڈاکٹر محمود الطحانؒ اپنی طرز میں مختلف الحدیث کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

"هو الحديث المقبول المعارض بمثله مع امكان الجمع بينهما اى هو الحديث الصحيح أو الحسن الذى يجئ حديث آخر مثله فى المرتبة والقوة ويناقضه فى المعنىٰ ظاهرا، ويمكن لأولى العلم والفهم ثاقب أن يجمعوا بين مدلوليهما بشكل مقبول". (۱۸)

''ایسی مقبول حدیث جو اپنے جیسی کسی دوسری حدیث سے متعارض ہو لیکن ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو۔ یعنی وہ کوئی ایسی حدیث صحیح یا حسن ہو جو اپنے ہم مرتبہ کسی دوسری حدیث سے معنوی طور پر بظاہر متعارض نظر آتی ہو اور اہل علم وفہم کے لیے ممکن ہو کہ وہ دونوں کے مفاہیم میں ایسی صورت میں یکسانیت پیدا کریں جو قابل قبول ہو''۔

ظاہر تعارض کی وضاحت

ان تمام تعریفات میں احادیث کے باہمی تعارض کو ظاہر کے ساتھ اس لیے مشروط کیا گیا ہے کہ سنتِ نبویؐ میں حقیقی تعارض محال ہے۔ جیسا کہ ابوبکر باقلانیؒ فرماتے ہیں:

"وكل خبرين علم أن النبيّ تكلم بهما فلا يصح دخول التعارض فيهما على وجه، وان كان ظاهرهما متعارضين".

''ہر وہ دو خبریں، جن کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ نبیؐ نے ان کو بیان فرمایا ہے تو ان میں کسی صورت میں بھی تعارض نہیں ہو سکتا، اگرچہ ظاہراً وہ متعارض نظر آ رہی ہوں''۔

مزید فرماتے ہیں:

"متى علم أن قولين ظاهرهما التعارض ونفى أحدهما لموجب الآخر أن يحمل النفى والاثبات علىٰ أنهما فى زمانين أو فريقين أو على شخصين، أو على صفتين هذا ما لابد منه مع العلم باحالة مناقضته ﷺ فى شئى من تقرير الشرع والبلاغ". (۱۹)

''جب یہ معلوم ہو جائے کہ دو قول جو کہ ظاہراً متعارض ہیں اور ان (دونوں) میں سے ایک کی نفی دوسرے کے وجود کو لازم ہے تو نفی اور اثبات کو اس طرح محمول کیا جائے گا

کہ وہ دو (مختلف) زمانوں یا گروہوں یا دو شخصیات یا دو (الگ الگ) صفتوں کے بارے میں ہے اور اس کے ساتھ لازمی طور پر یہ علم ہونا ضروری ہے کہ شریعت وابلاغ کی تشریح میں رسول اللہ ﷺ کی کسی بات میں تناقض کا پایا جانا محال ہے"۔

اسی طرح ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں:

"لا اعرف أنه روی عن النبی ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین، فمن کان عنده فلیأتنی لأؤلف بینهما". (۳۰)

''میں نہیں جانتا کہ نبی ﷺ سے دو احادیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہوں (اور وہ) متضاد ہوں، جس کے پاس ہوں تو وہ میرے پاس لائے، میں ان کے درمیان تطبیق دیتا ہوں''۔

شرائط مختلف الحدیث

بیان کردہ تمام تعریفوں سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کوئی حدیث اس وقت تک علوم حدیث کی اس قسم میں شمار نہیں کی جائے گی جب تک اس میں درج ذیل چار شروط نہ پائی جائیں۔

۱۔ حدیث مقبول ہو۔

۲۔ تطبیق کے لیے دوسری حدیث ایسی لائی جائے جس کا تعارض پہلی حدیث کے ساتھ ظاہراً ہو۔ایسی احادیث اور آثار کو ''مختلف الحدیث'' میں شمار نہ کیا جائے گا جن کا پہلا حصہ دوسری حدیث کے آخری حصہ سے یا آخری حصہ پہلے حصے سے متعارض ہو۔اس قسم کی احادیث کو ''مشکل الحدیث'' میں شمار کیا جاتا ہے۔

۳۔ متعارض حدیث قابلِ احتجاج ہو اگرچہ وہ رتبہ میں (صحیح اور حسن کے لحاظ سے) اپنے معارض کے برابر نہ بھی ہو۔

۴۔ دو متضاد احادیث میں جمع وتطبیق ممکن ہو۔(۳۱)

مختلف الحدیث کی اقسام اور ان کے احکام

اس کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول اور اس کا حکم: ایسی دو متعارض احادیث جن کے مابین تطبیق ممکن ہو۔ان کا حکم یہ ہے کہ ان کے مابین

تطبیق واجب ہے اور عمل ان دونوں پر کیا جائے گا۔

قسم ثانی اور اس کا حکم: وہ متعارض احادیث جن کے مابین جمع و تطبیق ناممکن ہو اس سے متعلقہ احکام یہ ہیں۔

۱۔ جب دو متعارض احادیث میں جمع و تطبیق ناممکن ہو لیکن یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ایک حدیث ناسخ ہے اور دوسری منسوخ تو منسوخ کو ترک کر کے ناسخ پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ اگر ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو تو پھر ان متعارض احادیث کے مابین ترجیح کو اختیار کیا جائے گا۔

۳۔ اگر وجہ ترجیح ظاہر نہ ہو تو ایسی صورت میں دونوں پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا جب تک کسی ایک کے لیے وجہ ترجیح ظاہر نہ ہو جائے۔ (۴۲)

اہمیت

اس علم پر دسترس اور مکمل عبور کے بغیر مختلف احادیث کا مفہوم سمجھنا، متعین کرنا اور اس کی حکمتوں سے آگاہ ہونا انتہائی دشوار ہے اور کوئی بھی عالم و فقیہ صرف حدیث حفظ کر کے اور اس کے تمام طرق جمع کر کے محدث نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اسے اس علم کا ادراک نہ ہو۔ چنانچہ امام نوویؒ اس علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذا من أهم الانواع، ويضطر الى معرفته جميع العلماء من الطوائف...، وانما يكمل له الائمة الجامعون بين الحديث والفقه، الاصوليون والغواصون على المعاني". (۴۳)

''یہ اہم ترین انواع میں سے ہے ہر گروہ کے تمام علماء اس کی معرفت کے حصول میں مجبور ہیں۔۔۔اور اس (علم) کو صرف (وہی) ائمہ مکمل کر سکتے ہیں جو حدیث اور فقہ کے جامع ہوں، اصولی اور معانی کی تہہ تک پہنچنے والے ہوں''۔

محمد محمد ابو زھو اس علم کی ناگزیریت بیان کرتے ہوئے ان الفاظ سے اظہار خیال فرماتے ہیں:

"كل عالم بل كل مسلم يحتاج للوقوف عليه فان بمعرفته يندفع التناقض عن كلام النبيؐ ويطمئن المكلف الى احكام الشرع" (۴۴)

''ہر عالم بلکہ ہر مسلمان اس علم سے واقفیت کا محتاج ہے کیونکہ اس علم کی معرفت سے ہی نبیؐ کے کلام سے تناقض اور تعارض دور ہوتا ہے اور مکلف شریعت کے احکام پر شرح

کے بارے میں مطمئن ہو جاتا ہے"۔

عجاج الخطیبؒ نے اس کی اہمیت پر جامع انداز میں کلام فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"هذا العلم من أهم علوم الحديث يحتاج اليه المحدثون والفقهاء وغيرهم من العلماء ولا بد للمشتغل به من فهم ثاقب، وعلم واسع، ودربة ودراية ...... وهذا العلم ثمرة من ثمار حفظ الحديث، وضبطه وفهمه فهماً جديداً ومعرفة عامه و خاصه ومطلقه و مقيده، وغير ذلك من أمور الدراية والخبرة، اذ لا يكفي للمرء أن يحفظ الحديث ويجمع طرقه ويضبط ألفاظه من غير أن يفهمه ويعرف حكمه". (۲۵)

"یہ علم، علوم حدیث میں سے اہم ترین ہے۔ محدثین، فقہاء اور دیگر علماء اس کے محتاج ہیں۔ اس فن سے منسلک آدمی کیلئے روشن فہم، وسیع علم، مہارت اور گہرا علم ضروری ہے ۔۔۔ اور یہ علم حفظ حدیث کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے اور اس کا ضبط اور اچھا فہم اس کے عام، خاص، مطلق اور مقید کی معرفت وغیرہ درایت اور مہارت کے امور میں سے ہیں۔ پھر آدمی کے لیے یہی کافی نہیں کہ وہ اس علم کے فہم اور حکم کی معرفت کے بغیر صرف حدیث حفظ کرے، اس کے طرق جمع کرے اور اس کے الفاظ ضبط کرے"۔

آغاز و ارتقاء

اس علم کا آغاز عہد صحابہ سے ہی ہو گیا تھا۔ لیکن دوسرے علوم کی طرح اس عہد میں اس کے قواعد و ضوابط متعین کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی البتہ علماء نے بہت سارے احکام میں اجتہاد کیا، بظاہر باہم متعارض احادیث میں تطبیق دی اور ان کے مفاہیم کو واضح کیا۔ چنانچہ عجاج الخطیب لکھتے ہیں:

"وقد اهتم علماء الامة بعلم مختلف الحديث ومشكله منذ عصر الصحابة، الذين أصبحوا مرجع الامة في جميع امورها بعد وفاة الرسولؐ. فاجتهدوا في كثير من الاحكام، وجمعوا بين كثير من الاحاديث ووضحوها، وبيّنوا المراد منها، و تتالى العلماء جيلاً بعد جيلٍ، يوفقون بين الاحاديث التي ظاهرها التعارض ويزيلون اشكال ما يشكل منها". (۲۶)

"علمائے امت نے علم مختلف الحدیث پر صحابہ کے دور ہی سے توجہ مرکوز کی، حضورؐ کی

وفات کے بعد وہ تمام امور میں امت کے مرجع الخلائق تھے۔ پس انہوں نے بہت سارے احکامات میں اجتہاد کیا، بہت ساری احادیث اکٹھی کیں، ان کی وضاحت کی، ان کے مفاہیم بیان کیے، ایک نسل کے بعد دوسری نسل کے علماء پے در پے آئے وہ باہم متعارض احادیث میں موافقت پیدا کرتے رہے اور ان کے اشکالات کو زائل کرتے رہے"۔

آغاز میں اس علم پر علیحدہ کتب لکھنے کا رواج نہیں تھا بلکہ علوم حدیث کی کتب میں ہی اسے بیان کیا گیا جیسے امام حاکم نیشاپوریؒ نے "معرفۃ علوم الحدیث" اور خطیب بغدادیؒ نے "الکفایہ فی علم الروایۃ" میں اس فن کا ذکر کیا ہے، اگرچہ انہوں نے اس کا وہ اصطلاحی نام ذکر نہ کیا جو بعد میں مشہور ہوا۔ ان کے بعد ابن الصلاحؒ نے اپنی معروف کتاب "علوم الحدیث المعروف بہ مقدمہ ابن الصلاح" میں اس علم کو علوم حدیث کی انواع میں سے ایک نوع قرار دیتے ہوئے اجمالی طور پر اس کے قواعد وضوابط بیان کیے۔ اسی طرح ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ نے "التقریب والتیسیر" میں، ابن کثیرؒ نے "اختصار علوم الحدیث" میں، ابن حجر عسقلانیؒ نے "نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الأثر" میں اور ان کے بعد آنے والے علمائے حدیث نے اپنی اپنی تصانیف میں اس فن کو موضوع بحث بنایا ہے۔ بعد ازاں علماء نے اس فن میں مستقل تصانیف مرتب کیں۔ ان میں سے بعض نے اپنی کتب میں تمام مختلف احادیث کو جمع کیا اور بعض نے اپنی تصانیف کو ان احادیث کی تطبیق تک محدود رکھا اور ان کے اشکالات کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مراد و مفاہیم کی بھی وضاحت کی۔

اس فن کے بارے میں جو مستقل کتب لکھی گئیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔اختلاف الحدیث	محمد بن ادریس الشافعی (۲۰۴ھ)
۲۔تاویل مختلف الحدیث	ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (۲۷۶ھ)
۳۔کتاب ابن خزیمہ	ابن خزیمہ (۳۱۱ھ)
۴۔مشکل الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی (۳۲۱ھ)
۵۔شرح معانی الآثار	ایضاً
۶۔مشکل الحدیث وبیانہ	ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک (۴۰۶ھ)
۷۔التحقیق فی احادیث الخلاف	ابن جوزی، عبدالرحمن بن ابی الحسن بن علی بن محمد بن علی (۵۹۷ھ) (۲۷)

علم مختلف الحدیث کی مثال اور تطبیق کے طریقوں کی وضاحت

کتب احادیث میں توہم پرستی کے حوالے سے کچھ احادیث درجہ صحت کو پہنچی ہوئی ملتی ہیں جنہیں مختلف ہونے کی بناء پر اس علم کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً

"لا عدوی ولا طیرة ولاھامة ولاصفر". (۲۸)

''کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے''۔

"فر من المجزوم کما تفر من الاسد". (۲۹)

''کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو''۔

"لا یوردن ممرض علی مصح". (۳۰)

''بیمار اونٹ تندرست کے قریب نہ لایا جائے''۔

ان احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے یعنی ایک طرف تو حضورؐ بدشگونی اور توہم پرستی کی نفی فرمار ہے ہیں کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی اور دوسری طرف اس کے برعکس بات بیان کی گئی ہے جس سے نہ صرف بیماری کے متعدی ہونے کا پتہ چلتا ہے بلکہ شگون لینا بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں علمائے حدیث بظاہر ان متضاد البیان احادیث کو اس علم کے ذریعہ سے مختلف طریقوں کے ساتھ تطبیق دیتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابن الصلاحؒ کی تطبیق

مندرجہ بالا احادیث میں تطبیق کے حوالے سے ابن الصلاحؒ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آنحضورؐ کا بیماری کو متعدی بتانا اس لیے نہیں کہ متعدی ہونا اس بیماری کی کوئی ذاتی صفت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک فرد سے دوسرے فرد تک بیماری کے منتقل ہونے کا ایک قوی سبب مخالطت ہے جو کبھی واقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا۔ لہذا اس سبب سے بچنے کے لیے آپؐ نے کوڑھی سے بھاگنے کا حکم دیا اور یہ اسباب اللہ ہی کی مشیت ہیں تو گویا بیمار شخص یا اس کی بیماری فاعل حقیقی نہ ہوئے اور جہاں تک آپؐ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے تو یہ ایک اصولی بات ہے جو براہ راست عقیدہ توحید سے متعلق ہے یعنی اس میں بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ فاعل حقیقی اور متصرف فی العالم اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ ابن الصلاحؒ رقم طراز ہیں:

"هذه الامراض لا تعدى بطبعها ولكن الله تبارك وتعالىٰ جعل مخالطة المريض بها للصحيح سبباً لاعدائه مرضه ثم قد يتخلف ذلك عن سببه كما في سائر الاسباب ففي الحديث الاول نفى ﷺ ما كان يعتقده الجاهل من أن ذلك يعدى بطبعه ولهذا قال فمن أعدى الاول؟ وفي الثاني اعلم بأن الله سبحانه جعل ذلك سببا لذلك وحذر من الضرر الذى يغلب وجوده بفعل الله سبحانه وتعالىٰ". (۳۱)

ابن حجرؒ کا موقف اور تطبیق

ابن حجرؒ نے آپؐ کے کسی بیماری کے متعدی ہونے کی نفی کو مطلق اور عموم کے زمرے میں بیان کیا ہے اور کسی سبب کے باعث اس کے متعدی ہونے کی نفی بھی کی ہے اور اپنے مؤقف کی تقویت کے لیے انہوں نے آپؐ کے فرمان کہ "فمن اعدى الاول؟" کو بھی دلیل بنایا ہے یعنی آپؐ نے اس شخص کو یہ فرمایا جس نے آپؐ کے سامنے دوسرے اونٹ کے خارش زدہ ہونے کا ذکر کیا تھا، گویا آپؐ کے نزدیک کوئی بیماری متعدی نہیں ہوسکتی۔ جہاں تک مجذوم سے بھاگنے کے متعلق آپؐ کے فرمان کا تعلق ہے تو ابن حجرؒ نے اس بیان کو دو طرح سے احتیاط پرمبنی بتایا ہے۔ایک یہ ہے کہ کوئی شخص بیماری کے متعدی ہونے کے عقیدہ کو اختیار نہ کرے اور دوسرا یہ کہ اس بداعتقادگی سے لوگوں میں تنگی اور حرج پیدا نہ ہو کہ وہ ایک دوسرے سے دور بھاگنے لگیں تو اسی سبب سے آپؐ نے جذامی سے دور رہنے کا حکم دیا۔

ابن حجرؒ کی رائے ملاحظہ ہو:

"ان نفيه ﷺ للعدوى باق على عمومه، وقد صح قوله ﷺ "لا يعدى شيء شيئاً" وقوله ﷺ لمن عارضه بأن البعير الأجرب يكون فى الابل الصحيحة فيخالطها فتجرب حيث رد عليه بقوله "فمن اعدى الاول" يعنى أن الله سبحانه وتعالىٰ ابتدأ ذلك فى الثانى كما ابتدأه فى الاول. وأما الأمر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع، لئلا يتفق للشخص الذى يخالطه شيء من ذلك بتقدير الله تعالىٰ ابتداء لا بالعدوى المنفيه، فيظن أن ذلك بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوىٰ فيقع فى الحرج، فأمر بتجنبه حسمًا للماده والله اعلم". (۳۲)

ابوبکر باقلانیؒ اور ابن بطالؒ کا موقف

ابوبکر باقلانیؒ نے تطبیق میں استثنائی صورت اختیار کرتے ہوئے جذام اور اس جیسے دیگر امراض کو آپؐ کے ارشاد "لا عدویٰ" کے تحت شمار نہیں کیا بلکہ اس کو آپؐ کی طرف سے نفی کی ایک عام صورت قرار دیا ہے۔ ابوبکر باقلانیؒ رقمطراز ہیں:

"ان اثبات العدوی فی الجذام ونحوه مخصوص من عموم نفی العدوی فیکون معنی قوله (لا عدوی) أی الّا من الجذام ونحوه، فکأنه قال لا یعدی شیءٌ الّا فیما تقدم تبینی له أنه یعدی". (۳۳)

ابن بطالؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ (۳۴)

ضعیف ترین موقف

تطبیق کے حوالے سے ایک موقف یہ بھی ہے کہ آپؐ کا مجذوم سے فاصلہ پر رہنے کا ارشاد دراصل اسے احساس مرض اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے ہے۔ اس ضمن میں آپؐ کے ایک دوسرے ارشاد "لا تدیموا النظر المجذومین" کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے۔

"أن الامر بالفرار رعایة لخاطر المجذوم لأنه اذا رأی الصحیح تعظم مصیبته وتزداد حسرته، ویؤیده حدیث "لا تدیموا النظر الی المجذومین" (۳۵) فانه محمول علی هذا المعنیٰ" (۳۶)

لیکن یہ موقف ضعیف ترین ہے کیونکہ ہمیشہ تندرست انسان کی مصلحت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جیسا کہ احمد محمد شاکر اس موقف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"واضعفها المسلك الرابع کما هو ظاهر' لان الأمر بالفرار ظاهر فی تنفیر الصحیح من القرب من المجذوم. فهو ینظر بمصلحة الصحیح أولا، مع قوة التشبیه بالفرار من الأسد؛ لانه لا یفر الانسان من الأسد رعایة لخاطر الاسد أیضاً". (۳۷)

احمد شاکر کی رائے

احمد شاکر نے ابن الصلاحؒ کے موقف کو قوی ترین قرار دیا ہے۔ ان کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

"أقواها عندى المسلك الأول الذى اختاره ابن الصلاح، لأنه قد ثبت من العلوم الطبية الحديثة أن الأمراض المعدية تنتقل بواسطة الميكروبات، ويحملها الهواء أو البصاق أو غير ذلك، على اختلاف أنواعها، وأن تأثيرها فى الصحيح انما يكون تبعا لقوته وضعفه بالنسبة لكل نوع من الأنواع، وأن كثيرا من الناس لديهم وقاية خلقية قبولهم لبعض الأمراض المعينة، ويختلف ذلك باختلاف الاشخاص والأحوال فاختلاط الصحيح بالمريض سبب لنقل المرض، وقد يتخلف هذا السبب كما قال ابن الصلاح رحمه الله". (۳۸)

''میرے نزدیک قوی ترین مسلک اول ہے جسے ابن الصلاحؒ نے اختیار کیا ہے اس لیے کہ جدید سائنسی علوم سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ متعدی بیماریاں چھوٹے ذرات کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں اور ان ذرات کو ہوا، تھوک اور اس طرح کی دوسری چیزیں منتقل کرتی ہیں۔ ان ذروں کے مختلف ہونے کے سبب بیماریاں مختلف تاثیر رکھتی ہیں اور تندرست آدمی میں ان بیماریوں کی تاثیر ان کی قوت وضعف کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ بیماری کی تمام اقسام میں یہ بات ملحوظ ہوتی ہے اور یقیناً بہت سارے لوگوں میں طبعی طور پر بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت موجود ہوتی ہے جو نفس کو بعض معین بیماریوں کے اثرات قبول کرنے سے روکتی ہے یہ لوگوں اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، پس تندرست آدمی کا مریض کے ساتھ اختلاط مرض کے منتقل ہونے کا سبب بنتا ہے اور بعض اوقات اختلاط مرض کے منتقل ہونے کا سبب نہیں بھی بنتا اور یہی ابن الصلاحؒ کا مؤقف ہے''۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) السیوطی، عبد الرحمن بن ابوبکر، تدریب الراوی، فی شرح تقریب النواوی، تحقیق، ابو قتیبہ نظر محمد الفاریابی، جمیعة احیاء التراث الاسلامی، الطبعة الاولیٰ، ۱٤۲٦ھ، ص:۲۲　(۲) ایضاً

(۳)، (٤)، (٥)، (٦)، (۷)، (۸)، (۹) خولی، عبد العزیز، مفتاح السنة، او تاریخ فنون الحدیث،

مطبعة مصطفى محمد بمصر، الطبعة الاولىٰ، ۱۳۵۰ھ، ص: ۱۵۹؛ قنوجی، صدیق بن حسن، ابجد العلوم، دار الکتب العلمیة، بیروت،لبنان، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ، ۱۷۲/۲؛ عجاج الخطیب، اصول الحدیث علومه و مصطلحه، دار الفکر، بیروت، لبنان، ص:۲۸۳؛ الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالة المستطرفة، مطبعة نور محمد اصح المطابع کارخانه تجارت کتب آرام باغ کراچی، ۱۳۷۹ھ، ص:۱۲۹؛ محمد محمد ابوزهو، الحدیث والمحدثون، مطبعة مصر، س۔ن، ص: ۴۷۱

(۱۰) القاموس المحیط، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۲ھ، ۱۰۸۶/۲۔۱۰۸۷

(۱۱) لسان العرب، دار صادر، بیروت، س۔ن، ۹۱/۹

(۱۲) مقدمه ابن الصلاح، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۳۹۸ھ، ص: ۱۴۳

(۱۳) النووی، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف، التقریب فن اصول الحدیث، مکتبه خاور مسلم مسجد لاهور، س۔ن، ص: ۲۳

(۱۴) الخلاصه فی اصول الحدیث، تحقیق، صبحی السامرائی، احیاء التراث الاسلامی، الطبعة الاولیٰ، الطبعة الخامسة، ۱۳۹۱ھ، ص:۵۹؛ المقنع فی علوم الحدیث، تحقیق، عبد الله بن یوسف، دار فوّاز للنشر، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۳ھ، ۴۸۰/۲؛ جواهر الاصول فی علم حدیث الرسول، تحقیق، ابو المعالی القاضی اطهر مبارکپوری، المکتبة العلمیة بالمدینة المنوره، س۔ن، ص: ۴۰؛ المنهل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثالثه، ۱۳۹۸ھ، ص:۵۲؛ الوسیط، فی علوم و مصطلح الحدیث، عالم المعرفة جده للنشر والتوزیع، س۔ن، ص:۴۴۱ ("أن یوجد حدیثان أو اکثر متضادان فی المعنیٰ ظاهراً فیوفق بینهما أو یعتبر أحدهما ناسخاً للآخر او یرجح احدهما علی الآخر")

(۱۵) شرح نخبة الفکر، مکتبة الغزالی، دمشق، الطبعة الثانیة، ۱۴۱۰ھ، ص:۵۹

(۱۶) ابجد العلوم، ۱۷۲/۲ (۱۷) اصول الحدیث، ص:۲۸۳

(۱۸) تیسیر مصطلح الحدیث، فاروقی کتب خانه بیرون بوهڑ گیٹ اردو بازار لاهور،

س۔ن، ص:٥٥

(١٩) خطیب بغدادی، احمد بن علی، الکفایہ فی علم الراویة، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، س۔ن، ص:٤٣٣

(٢٠) مقدمہ ابن الصلاح، ص:١٤٣؛ الکفایہ، ص:٤٣٣؛ طاہر بن احمد بن صالح، الجزائری، توجیہ النظر الی اصول الاثر، مطبع احمد ناجی مصر، ص:٢٢٤

(٢١) ماخوذ از اسامہ بن عبد اللہ خیاط، مختلف الحدیث بین المحدثین والاصولیین الفقہاء، دار الفضیلة للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعة الاولیٰ، ١٤٢١ھ، ص:٢٦۔٢٧

(٢٢) مقدمہ ابن الصلاح، ص:١٤٣؛ التقریب، ص:٢٣؛ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوي، تحقیق، ابو قتیبہ نظر محمد الفاریابی، جمیعة احیاء التراث الاسلامی، الطبعة الاولیٰ، ١٤٢٦ھ، ص:٢٧٥۔٢٧٦؛ المقنع فی علوم الحدیث، ٢/٤٨١۔٤٨٢؛ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر، مکتبة دار الفضیحا دمشق، مکتبة دار السلام الریاض، الطبعة الاولیٰ، ١٤١٤ھ، ص:١٦٦؛ جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول، ص:٤٠

(٢٣) التقریب، ص:٢٣ (٢٤) الحدیث والمحدثون، ص:٤٧١

(٢٥) اصول الحدیث، ص:٢٨٣۔٢٨٤ (٢٦) ایضاً

(٢٧) مقدمہ ابن الصلاح، ص:١٤٣؛ التقریب، ص:٢٣؛ شرح نخبة الفکر، ص:٦٥؛ الرسالة المستطرفہ، ص:١٣٠؛ صنعانی، محمد بن اسماعیل، توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ، ١٤١٨ھ، ٢/٤٢٦؛ اصول الحدیث، ص٢٨٤۔٢٨٦؛ عجاج الخطیب، المختصر الوجیز فی علوم الحدیث، موسسة الرسالہ، بیروت، ١٤٠٥ھ، ص:١١٧؛ الحدیث والمحدثون، ص:٤٧١۔٤٧٢؛ ادیب صالح، لمحات فی اصول الحدیث، المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، الطبعة الثانیة، ١٣٩٣ھ، ص:٨٢؛ الباعث الحثیث، ص:١٦٦؛ السخاوی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن، شمس الدین، فتح المغیث بشرح الفیة

الحدیث للعراقی، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۲ھ، ۴/۶۴۔۶۵؛ عراقی، ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین، الفیۃ الحدیث ویلیھا شرحھا فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للحافظ عراقی، مکتبہ السنۃ بالقاھرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۶ھ، ص:۳۳۶؛ المقنع فی علوم الحدیث، ۲/۴۷۰؛ ابن خیر الاشبیلی، محمد بن خیر بن عمر، فھرسۃ ابن خیراشبیلی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س۔ن، ص:۱۶۸۔۱۶۹؛ النووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف، ارشاد الطلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق، تحقیق، عبد الباری فتح اللہ السلفی، مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ، ۱۴۰۸ھ، ۲/۵۷۲۔۵۷۳؛ منہج النقد، ص:۳۱۴؛ تیسیر، ص:۵۷؛ الاثری، عبد الکریم بن مراد، سح المطر علی قصب السکر فی اصطلاح اھل الاثر، ص:۲۵۔۲۶؛ محمد اکرم النصر پوری السندی، دار الثقافۃ الاسلامیۃ بالریاض، س۔ن، امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن، ص:۹۲؛ ابی الحسن الصغیر ابن محمد صادق السندی، بھجۃ النظر شرح علی شرح نخبۃ الفکر، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ بحیدر آباد، السند، س۔ن، ص:۱۱۳؛ ضیاء الرحمن اعظمی، معجم مصطلحات الحدیث ولطائف الأسانید، مکتبہ أضواء السلف، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ، ص:۳۸۳۔۳۸۴؛ کشف الظنون، ۱/۳۲؛ الوسیط، ص:۴۵۴۔۴۵۷

(۲۸) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الطب، (۵۷۵۷) دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۹ھ؛ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب السلام، مکتبہ دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ، (۲۲۲۰،۲۲۲۲)؛ السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ، کتاب الطب، (۳۹۱۱)؛ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۰ھ، کتاب الطب، (۳۵۴۰)

(۲۹) صحیح البخاری، کتاب الطب، (۵۷۰۷)

(۳۰) صحیح البخاری، کتاب الطب، (۵۷۷۱)؛ صحیح مسلم، کتاب السلام،

(۲۲۲۱) اس روایت میں "لایورد" کے الفاظ ھیں، سنن ابی داؤد، کتاب الطب، (۳۹۱۱)؛ سنن ابن ماجه، کتاب الطب، (۳۵٤۱)

(۳۱) مقدمه ابن الصلاح، ص: ۱٤۳

(۳۲) شرح نخبة الفکر، ص: ۵۹۔۶۰

(۳۳) الباعث الحثیث، ص: ۱۶۷؛ احمد محمد شاکر، الفیة السیوطی فی علم الحدیث، مکتبه التجاریة مصطفیٰ الباز، مکه مکرمه، س۔ن، ص: ۱۸۰؛ ابن حجر، فتح الباری، بشرح صحیح البخاری، المکتبة التجاریة مصطفیٰ الباز، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱٤۱۶ھ، ۱۱/۳۰۹؛ قاسم الاندجانی، سیر المصباح فی اصول الحدیث، مطبعة المدنی المأسسة السعودیة بمصر، ۱۳۷۹ھ، ص: ۱۱۶

(۳٤) شرح صحیح البخاری، مکتبة الرشد، الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱٤۲۰ھ، ۹/۴۱۰

(۳۵) سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب الجذام، (۳۵٤۳)

(۳۶) الفیة السیوطی، ص: ۱۸۰؛ الباعث الحثیث، ص: ۱۶۷؛ فتح الباری، ۱۱/۳۰۹

(۳۷) الفیة السیوطی، ص: ۱۸۰

(۳۸) المرجع السابق، ص: ۱۸۱؛ الباعث الحثیث، ص: ۱۶۷

☆☆☆☆☆